سنی سنائی بات کی تحقیق کی ضرورت اور سوشل میڈیا

مولانا عبدالمتین
لیاری، کراچی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

’’یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ‘‘ (الحجرات:۶)

’’اے ایمان والو! اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لاوے تو خوب تحقیق کرلیا کرو، کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہنچادو، پھر اپنے کیے پر پچھتانا پڑے۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بہت اہم اور نازک معاملے سے متعلق متوجہ فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ: کسی بھی معاملے سے متعلق پہلے بھرپور تحقیق سے کام لیا جائے، چاہے وہ معاملہ دینی ہو یا دنیوی، گھریلو، دفتری، انتظامی، سیاسی ہو یا آپس کے تعلقات سے متعلق، الغرض کوئی بھی ایسی بات پتہ چلے تو جب تک اس کی مکمل تحقیق نہ ہوجائے، بات مکمل واضح نہ ہوجائے، تب تک اس پر نہ یقین کرو، نہ عمل کرو، نہ ہی اس حوالے سے کوئی ایکشن لو۔

دورِ حاضر کی نزاکت

موجودہ زمانے سے اس اُصول کا بہت گہرا تعلق ہے، سوشل میڈیا کا زمانہ ہے جس میں ہر طرف سے خبریں آرہی ہیں، ہر طرف سے معلومات کے دروازے کھلے ہوئے ہیں تو ایسے موقع پر بڑی نزاکت کے ساتھ ان چیزوں کو سمجھنا ضروری ہے۔

بات کرنے والا کون ہے؟

لہٰذا سب سے پہلے اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ جو شخص بات کررہا ہے، وہ خود کیسا ہے؟! اس

کے اپنے اندر کتنی سچائی ہے؟! اس کا کردار و اخلاق کیسا ہے؟! کہیں وہ کوئی مشکوک یا کمزور کردار کا مالک تو نہیں؟! ایسا تو نہیں کہ وہ جہاں کہیں سے جیسی تیسی ادھوری بات سن لیتا ہے تو فوراً آگے پھیلا دیتا ہے؟!

آپس کے تعلقات میں رنجشیں کیسے پیدا ہوتی ہیں؟

عام طور پر آپس کے تعلقات میں جو رنجشیں پیدا ہوتی ہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ ہر سنی سنائی بات پر فوری یقین کرنا ہے، مثلاً کوئی شخص آئے اور کہے کہ: ''آپ کو پتہ ہے فلاں شخص آپ کے متعلق اس طرح کہہ رہا تھا؟!'' اس جملے سے بظاہر یوں لگتا ہے کہ ایک مخلص دوست کی پرواہ کی جارہی ہے، لیکن ذرا سا غور کیا جائے تو ممکن ہے کہ اس بات کے پہنچانے میں اس شخص کے بہت سے اپنے مفادات ہوسکتے ہیں، ہوسکتا ہے اسے اپنا کوئی کام نکالنا ہو اور جھوٹی ہمدردی کا ڈھونگ رچا رہا ہو اور اپنے مقصد کی خاطر جھوٹ کہہ رہا ہو۔

یہاں تک کہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بات بہت چھوٹی سی ہوتی ہے، بتانے والا اس چھوٹی بات کو اپنے مقصد کی خاطر بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے اور من پسند نتائج نکال کر ہمارے سامنے رکھ دیتا ہے اور یہ باتوں باتوں میں ایسا بھی کہہ دیتا ہے کہ: ''میں آپ کو دوستی یاری میں یہ سب بتا تو رہا ہوں، لیکن خیال رکھنا میرا نام نہ آئے۔'' گویا یہ آگ بھی جلاتا ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ میرا نام نہ آئے، تاکہ بات اگر بگڑ جائے تو مجھ پر حرف نہ آئے، بلکہ یہ اکیلے ہی نمٹے، بالآخر یہ صاحب بعد میں اَنجان بن کر لاعلمی کا مظاہرہ کررہے ہوتے ہیں۔

ایسے موقع پر ہم جذبات میں آکر اس کی بات کا یقین کرلیتے ہیں، یہ سوچ کر کہ یہ میرے ساتھ مخلص ہے، میرے حق میں بات کررہا ہے، میرا ہمدرد ہے، لیکن بعد میں پتہ چلتا ہے کہ معاملہ ریت کے ذرے برابر تھا، جسے پہاڑ بنا کر میرے سامنے پیش کیا گیا، ٹھیک ایسے ہی جیسے غبارے ہوتے ہیں جو اپنے ظاہر میں بہت موٹے تازے، چمکدار اور پھیلے ہوئے ہوتے ہیں، لیکن ایک سوئی کی چبھن سے بے حیثیت ہوجاتے ہیں، اسی طرح کچھ معاملات بہت بڑے اور خطرناک معلوم ہوتے ہیں، لیکن ایک تحقیق اور تفتیش کا عمل ساری قلعی کھول دیتا ہے کہ کیا کہا جارہا تھا اور حقیقت کیا ہے؟!

غیبت کرنے والے کی عجیب کمزوری

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عجیب بات ذکر فرمائی کہ: ''جو شخص آپ کے پاس آکر کسی کی غیبت کرتا ہے، کسی کا برا تذکرہ کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوسروں کے پاس جاکر آپ کا بھی برا تذکرہ کرتا ہوگا، کیونکہ اس کے اندر ایسا مرض موجود ہے، جسے یہ اپنی ذات تک محدود نہیں رکھ سکتا۔ آپ کو بظاہر یوں لگتا

ہے کہ یہ تو میرے ساتھ ہے، لیکن مجلس برخاست ہوتے ہی وہ کسی اور کے ساتھ ہوجاتا ہے اور وہاں پر آپ کی ذات کو موضوع بناتا ہے۔

جلد بازی میں فیصلہ کرنے کے نقصانات

اللہ رب العزت نے ایسے لوگوں سے متعلق یہ حکم بیان فرمایا کہ اگر کبھی ایسا ہوجائے کہ آپ کے پاس کوئی کچا آدمی آجائے اور کوئی بات بتائے تو فوراً اس کی بات پر یقین مت کرنا، بلکہ پہلے خوب تحقیق سے کام لینا اور بات کو مستند ذرائع سے سمجھنے کی کوشش کرنا۔ تحقیق سے بات معلوم ہوجائے تو ٹھیک، وگرنہ جلد بازی میں کوئی قدم مت اُٹھانا، کیونکہ بغیر تحقیق کے کوئی بھی قدم اُٹھانا بہت خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بعد میں یہ کہنا پڑے کہ: ’’کاش! میں فلاں کی باتوں میں نہ آتا‘‘، ’’پہلے بات کی تصدیق کرلیتا‘‘، وغیرہ۔

گھریلو ناچاقیاں

اسی طرح گھریلو زندگی میں جہاں بہت سے لوگ ایک ساتھ رہتے ہیں، ظاہر ہے جب کچھ لوگ ایک ساتھ رہتے ہیں تو انسانی طبیعت کے مختلف ہونے کی وجہ سے کافی معاملات پیش آسکتے ہیں، تبھی علماء فرماتے ہیں: گھریلو زندگی احسان کے اصول کو اپنائے بغیر نہیں گزاری جاسکتی، لہٰذا اگر کوئی شخص ہر چھوٹی موٹی بات کا بدلہ لینا شروع کردے، ہر وقت گھر والوں کے رویوں کا، باتوں کا گلہ کرنے لگے تو زندگی اجیرن بن جاتی ہے اور سکون ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل پاتا، مثلاً گھر میں زبان سے کسی کے بارے میں کوئی بات نکل جاتی ہے، لیکن سننے والا اس بات کو بنا سنوار کر آگے بتا دیتا ہے، کوئی کہتا ہے کہ یہ تو آپ کے بارے میں ایسا کچھ کہہ رہا تھا، فلاں کے سامنے آپ کا نام آیا تو اس نے اس طرح کا منہ بنایا، ناگواری دکھائی، آپ کی یہ چیز اُٹھا کر لے گیا، آپ کی کمائی یا کھانے پینے پر ایسا ایسا کہا گیا، وغیرہ، وغیرہ۔

اُصولی بات

ایسے تمام معاملات کی صورت میں ایک اُصول یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ جو مجھے یہ سب بتا رہا ہے، وہ خود کیسا ہے؟ اس کی بات میں کتنا وزن ہے؟ اس کی بات کا یقین کیا جائے یا نہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ ہر جگہ یہی کرتا ہے، جیسے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ ہر کسی کے پاس جا کر کوئی نہ کوئی ایسی گرما گرم بات ضرور کر دیتے ہیں کہ فلاں کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا، فلاں نے یہ کیا، فلاں علاقے میں یہ ہوا۔ ایسے لوگ نیوز رپورٹر کی طرح ہر ایک کے پاس خبریں پہنچاتے رہتے ہیں جو درحقیقت سنجیدگی سے سننے کے لائق ہی نہیں ہیں، نہ ہی اعتبار کے قابل ہیں۔

میاں بیوی کا عجیب واقعہ

ایک مرتبہ شوہر کو اپنی بیوی پر شک ہو گیا کہ تم حاملہ ہو، لیکن یہ میری اولاد نہیں ہے، بلکہ کسی اور کی اولاد ہے، تو اس کی اہلیہ نے کہا کہ ایسا کرتے ہیں کہ ٹیسٹ کرواتے ہیں، پھر معلوم ہو جائے گا کہ یہ اولاد آپ ہی کی ہے یا نہیں۔ جب ٹیسٹ کروایا تو رپورٹ کے مطابق ڈی این اے شوہر کا نہیں تھا، بلکہ کسی اور کا تھا، شوہر نے بیوی کو کھڑے کھڑے تین طلاقیں دے دیں، لیکن اسی وقت کاؤنٹر سے آواز آئی کہ ہم نے آپ کے ہاتھ غلط رپورٹ تھمادی تھی، جب کہ آپ کی رپورٹ یہ ہے اور اس رپورٹ کے مطابق وہ اس کا اپنا ڈی این اے تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے بہت سے گھریلو معاملات ہیں جن میں بڑی سختی اور جذباتیت کے ساتھ ہم قدم اُٹھاتے ہیں، لیکن کچھ ہی وقت میں ہمیں بڑی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بہت پچھتاوا ہوتا ہے کہ کاش! ہم پہلے اس بات کی تصدیق کرتے، پھر اس کے بعد کوئی قدم اُٹھاتے، لیکن تب وقت ہمارا ساتھ نہیں دیتا۔

جھوٹے شخص کی نشانی

رسول اللہ ﷺ کی حدیثِ مبارکہ ہے کہ:

''انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ جو بھی سنے، بغیر تحقیق کے آگے بیان کر دے۔'' (صحیح مسلم)

یعنی ایسا شخص جس کی عادت ہے کہ سنتے ہی اُگل دیتا ہے، سنتے ہی سب کو سنا دینا، یہ عادت ہی اس کے جھوٹا ہونے کی نشانی ہے۔

سوشل میڈیا اور سنی سنائی کی بھرمار

آج کل سوشل میڈیا اور ٹیکنالوجی کا دور ہے، ایک ہاتھ میں پوری دنیا کی خبریں آجاتی ہیں، لیکن اس بات کا کچھ پتہ نہیں کہ وہ خبریں کہاں سے آرہی ہیں؟ ان کا ذریعہ کیا ہے؟ عام طور پر یوں ہوتا ہے کہ کوئی کسی کے پاس کوئی حدیث بھیجتا ہے تو وہ فوراً سے یقین کر لیتا ہے اور دوسروں کو فارورڈ کر دیتا ہے، جبکہ پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ اس میں حوالہ بھی درج ہے یا نہیں! سند کے اعتبار سے یہ حدیث کس درجہ کی ہے!

ایسا نہ ہو کہ کسی بزرگ کا قول ہو اور اسے حدیث بنا دیا گیا ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایسے کئی اقوال سوشل میڈیا پر آتے رہتے ہیں، جن کا حقیقت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا۔ اسی طرح قرآن کی کسی

آیت کا ترجمہ ہو تو پہلے یہ تصدیق کرانی چاہیے کہ واقعی اس طرح کی کوئی آیت ہے بھی یا نہیں، ترجمہ درست ہے یا غلط! اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے کہ ہر بات کو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر دینا، کسی صحابیؓ وغیرہ سے منسوب کر دینا، یہ رویہ ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

دینی باتوں کی نزاکت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح حدیث ہے کہ:

''کسی نے مجھ سے منسوب کر کے کوئی ایسی بات کہی (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا فرماتے ہیں) اور میں نے ایسا نہ کہا ہو تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔'' (صحیح مسلم)

ایک مرتبہ میرے اپنے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک ساتھی نے میسج بھیجا جس میں سورۂ ملک کا ترجمہ لکھا ہوا تھا، جو بالکل غلط تھا، یہاں تک کہ اس میں سورۂ ملک کی کسی ایک آیت کا بھی ترجمہ نہیں تھا، لیکن عنوان یہی لگایا ہوا تھا۔

ایک صاحب نے واقعہ سنایا کہ: کچھ برس پہلے انہوں نے انٹرنیٹ پر بہت سی دینی کتابیں سرچ کرنا شروع کیں تو ایک ویب سائٹ جو کہ ''الاسلام'' کے نام سے بنی ہوئی تھی، انہیں لگا کہ اس میں بہت سی اچھی کتابیں ہیں اور وہ خوب مطالعہ کرنے لگے، مگر تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ وہ پوری ویب سائٹ ہی قادیانیوں کی ہے جو آج بھی موجود ہے، جسے اگر کوئی عام مسلمان بغیر تحقیق کے پڑھنا شروع کرے تو ایمان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ لہٰذا ایسے معاملے میں علماء اور اہلِ علم سے تحقیق کرنی چاہیے کہ یہ صحیح بھی ہے یا نہیں، یہ جو مسئلہ سننے کو ملا ہے یہ واقعی دین کا مسئلہ ہے یا نہیں؟!

اے آئی (مصنوعی ذہانت) کی معلومات کی حقیقت، طریقہ کار اور نقصان

اے آئی کے ذریعے معلومات کے حاصل کرنے کا جو ذریعہ آج کل مروج ہو چکا ہے، اس کی معلومات درحقیقت ادھوری ہیں، ان پر فوری یقین نہیں کیا جا سکتا۔ اے آئی عقیدہ، عمل، فنِ تحقیق اور سند و استناد سے ماورا ہو کر رطب و یابس سے مستفاد صرف مواد پیش کرتا ہے، لہٰذا اگر مواد کوئی بہت بڑا جھوٹا اور من گھڑت شخص پیش کر رہا ہے، تب بھی یہ اس مواد کو فقط مواد کی نظر سے دیکھے گا اور اگر وہ مواد کسی بہت بڑے سچے اور اعلیٰ پائے کے محقق کا ہو، لیکن بدقسمتی سے وہ انٹرنیٹ کی دنیا میں دستیاب نہ ہو تو اے آئی اس مواد کو نظر انداز کر دے گا۔ مواد کی بے ہنگم بھرمار بالکل بھی سود مند نہیں، اگر اس کی سند اور سچائی مشکوک ہو جائے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اے آئی کی فراہم کردہ تفصیلات کس قدر غلط مواد کی طرف رہنمائی کر سکتی ہیں اور اضافہ یہ کہ وہ کسی

قادیانی کے پیش کردہ مواد کو بھی اسلامی مواد کا عنوان دے سکتا ہے، کسی گمراہ شخص کی رائے کو بھی تفسیر، حدیث، فقہ جیسے اعلیٰ مضامین کی تفہیم کے لیے پیش کر سکتا ہے۔

اے آئی ویڈیوز

جہاں تک اے آئی ویڈیوز کا تعلق ہے، وہ بہت سے لوگوں کے لیے جھانسے میں آنے کا ایک عام ذریعہ بن چکا ہے، ہمارے ہاں عام طور پر کوئی چیز اگر ویڈیو کی شکل میں پیش کی جاتی ہے تو اسے مشاہدے کی قوت کی وجہ سے بڑی دلیل مانا جاتا ہے اور اسے آنکھوں دیکھا حال قرار دے کر سندِ قبول دے دی جاتی ہے، لیکن اے آئی نے اس غلط فہمی سے نکلنے کے بہت سارے اسباب جمع کر دیے ہیں، لہٰذا ایسی ویڈیوز اب کافی تعداد میں موجود ہیں جن کو شروع میں حقیقت سمجھا جا رہا تھا، لیکن کچھ عرصہ بعد پتہ چلا کہ سب مصنوعی ہیں۔ آواز بدلنا، کردار بدلنا، گردو پیش کے ماحول کو بدلنا اور یہ سب انٹرٹینمنٹ کی حد تک تھا، لیکن اب یہ لوگوں کی ذاتیات تک کو موضوع بنانے لگا ہے، اور یہ سب کا سب بڑھتا ہی جا رہا ہے، جس سے کوئی شخص یا عقائد ونظریات، اخلاق و اقدار، ثقافت وتہذیب کچھ بھی محفوظ نہیں، کچھ بھی بنا کر پیش کیا جا سکتا ہے اور کسی پر کچھ بھی تھوپا جا سکتا ہے، لہٰذا خلاصہ یہ ہے کہ اب ویڈیو سے بھی کسی بات کی سچائی اور واقعیت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اے آئی کے ذریعہ بنائی گئی ہو۔

ایسے حالات میں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اے آئی کا اندھا مقلد بن جانا اور وہ جیسی تیسی معلومات فراہم کرے اُسے فوراً حرفِ آخر سمجھنا، یہ بڑی نادانی کا عمل ہے، لہٰذا خبر کی تحقیق یہاں بھی اسی درجے میں لازم ہے جہاں دوسرے اُمور میں اس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

خلاصہ

کوئی بھی بات چاہے دین کے حوالے سے ہو یا گھریلو حوالے سے، آپس کے تعلقات ہوں یا معاشرے کے اُتار چڑھاؤ، پہلے تحقیق کرنا ہم پر لازم ہے۔

خاص طور پر جب بات دین کے حوالے سے ہے تو یہ تحقیق کرنا لازمی ہے کہ جو بات کو بیان کرنے والا ہے وہ کوئی مستند عالم بھی ہے؟ اس نے جہاں سے تعلیم حاصل کی ہے وہ مستند ادارہ ہے؟ دین اتنا سستا نہیں کہ کوئی بھی کیمرے کے سامنے بیٹھ کر فتوے دینے لگے، کچھ ویڈیوز دیکھ کر عقیدہ نہیں سمجھا جا سکتا، ہزاروں علماء سے بدظن ہو کر ہم سوشل میڈیا کے قریب ہو سکتے ہیں، لیکن دین کے نہیں۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....